مولانا محمد تقی امین

# الٰہی قانون اور انبیاء کا طریق کار

ہدایت الٰہی کے پیشِ نظر ہمیشہ دو مقصد رہے ہیں:
(۱) قلبی و روحانی اصلاح اور (۲) معاشرتی و تمدنی فلاح۔

اس لحاظ سے اس میں دو قسم کے قوانین پائے جاتے رہے ہیں اور دونوں کی حیثیتیں مختلف رہی ہیں، (۱) ایک وہ جن کی روح اور قالب یا معنی اور صورت دونوں ہی کو شریعت نے متعین کیا ہے اور مقصود ٹھہرایا ہے۔ (۲) دوسرے وہ جن کی صرف روح اور معنی مقصود ہیں، قالب اور صورت مقصود نہیں۔ پہلی قسم کے قوانین غیر متبدل اور یکساں رہنے والے ہیں، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ شکل و صورت میں ہو سکتی ہے اور نہ روح اور معنی میں، اور دوسری قسم کے قوانین، چونکہ سماجی زندگی کے مختلف حالات، وقت اور موقع کی مناسبت کے تابع ہیں، اس لئے معاشرہ کی حالت کی تبدیلی اور تمدنی ترقی کے ساتھ ان کی شکل و صورت بدل سکتی ہے، شارع حقیقی کی طرف سے صرف ان کی روح کی بقاء کا مطالبہ ہے۔ شکل و صورت جو بھی ہو، اس سے بحث نہیں ہے۔

ہدایت الٰہی کے مجموعۂ قوانین میں پہلی قسم کی حیثیت بمنزلہ روح اور بنیاد کے ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے قسم ثانی کے بارے میں پالیسی اور تمدنی فلاح کے بارے میں صحیح زاویۂ نگاہ کا تعین ہوتا ہے، رہی دوسری قسم تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا کا ہر قانون کسی نہ کسی حد تک اپنے زمانہ کے رسم و رواج اور اخلاق و عادات سے متاثر ہوتا ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مقنن جب کسی ملک کے لئے قانون بناتا ہے تو سب سے پہلے ان

احکام و مراسم پر نظر ڈالتا ہے، جو اس ملک میں پہلے سے جاری یا رائج ہوتے ہیں، ان میں سے بعض کو وہ بعینہٖ اختیار کر لیتا ہے، بعض میں ترمیم و اصلاح کرتا ہے ——— اور بعض کو بالکلیہ ختم کر دیتا ہے۔

انبیاء کرام نے بھی ہدایت الٰہی کی تبلیغ کے سلسلے میں اسی اصول کو ملحوظ رکھا تھا لیکن رائج شدہ احکام و مراسم کے ترک و قبول میں ہمیشہ دو باتوں کو پیش نظر رکھا۔

(۱) ترک و قبل کے ہر مرحلہ میں معاشرہ کی حالت اور عوامی شعور کی کیفیت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگایا۔

(۲) جن قوانین یا مراسم کو قبول کیا۔ ان میں ہدایت الٰہی کی روح پھونکی، ان کو ان کے سانچے میں اس طرح ڈھالا کہ وہ نظام الٰہی میں فٹ ہو جائیں،

قرآن حکیم کی درج ذیل آیت سے اس بحث پر روشنی پڑتی ہے،

| | |
|---|---|
| كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا | ہر طعام بنی اسرائیل کے لئے |
| لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ | حلال تھا، مگر وہ جس کو اسرائیل (یعقوب |
| عَلَىٰ نَفْسِهِ | علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، |

اس سے یہ کلیہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض احکام و مراسم مخصوص حالات و مصالح کے پیش نظر ہوتے ہیں، اور اسی وقت تک باقی رہتے ہیں جب تک حالت اور مصلحت کا وجود باقی رہتا ہے، اسی طرح بعض احکام و مراسم زمانہ اور اشخاص کے مزاج پر موقوف ہوتے ہیں۔ مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم زیادہ قوی و توانا تھی تو قوت شہوانیہ کو دبانے اور مزاج میں اعتدال کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے روزہ وغیرہ کے احکام سخت کر دیئے گئے تھے، موسیٰ علیہ السلام کی قوم نہایت سرکش تھی تو اس کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے سخت قسم کے قوانین نافذ کئے گئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشخاص کے مزاج و حالت کی مناسبت سے سوالات کے مختلف جوابات دیئے ہیں، مثلاً کسی شخص سے والدین کی خدمت کو سب سے بڑی نیکی فرمایا، کسی سے جہاد کو اور کسی سے احسان و سلوک کو، غرض جس شخص میں جس چیز کی

ضرورت دیکھی، مزاج کی مناسبت سے اسی پر زیادہ زور دیا،
انبیاء علیہم السلام قوم کے طبیب ہوتے ہیں، اور وہ قوم کے مرض اور مزاج کی مناسبت سے غذا اور دوا تجویز کرتے ہیں،
جس طرح ایک کامل طبیب تشخیص و تجویز کے ہر مرحلہ میں گرمی، سردی، قوی، مزاج، عمر وغیرہ کی رعایت ضروری سمجھتا ہے،
اسی طرح روحانی طبیب مزاج کو معتدل رکھنے کے لئے مذکورہ بالا تمام باتوں کی رعایت ضروری جانتا ہے، اور ان ہی کی مناسبت سے پرہیز، دوا، اور غذا تجویز کرتا ہے،
جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| انما مثلہ کمثل الطبیب یعمل الی | رسول اللہ کی مثال طبیب جیسی ہے کہ |
| حفظ المزاج المعتدل فی جمیع | ہر حالت میں معتدل مزاج کی حفاظت |
| الاحوال فتختلف احکامہ | ضروری سمجھتا ہے طبیب کے احکام |
| باختلاف الاشخاص و | (تشخیص و تجویز کے) زمانہ اور اشخاص کے لحاظ |
| الزمان فیامر الشاب بالا یامر | سے مختلف ہوتے ہیں، جوان کے لئے تجویز کرتا |
| الشائب ویامر فی الصیف | ہے بوڑھے کے لئے وہ نہیں کرتا ہے، گرما |
| بالنوم فی الجو لما یری | گرما میں کھلی فضا میں سونے کے لئے کہتا ہے |
| ان الجو مظنہ الاعتدال | اور موسم سرما میں گھر میں اندر سلاتا ہے |
| حینئذ و یامر فی الشتاء | موسم کے اس اختلاف کی بنا پر اعتدال |
| بالنوم داخل البیت لما | مزاج کی رعایت کے لئے اپنے احکام کے |
| یری انہ مظنہ ا | اختلاف کو وہ ضروری قرار دیتا ہے اور |
| حینئۃ[۱] | اسی پر اس کا عمل درآمد رہتا ہے۔ |

مگر تشخیص و تجویز کے معاملہ میں انبیاء علیہم السلام کی نہ تو بالکلیہ خود مختارانہ حیثیت ہوتی ہے کہ اپنی مرضی سے جو چاہیں کر دیں یا جو قواعد و قوانین چاہیں مقرر کریں۔ اور نہ بالکلیہ پابند ہوتے ہیں کہ ہر چھوٹے بڑے فیصلہ میں صریح ہدایت کے محتاج ہوں، بلکہ اس کی صورت

یہ ہوتی ہے کہ وحی کے مختلف طریقوں کے ذریعہ ان کو ہدایت الٰہی کے بنیادی اصول بتا دیئے جاتے اور اس کی کل پالیسی سمجھا دی جاتی ہے۔ اور مجموعی طور پر مزاج سے روشناس کرا دیا جاتا ہے اس انتظام کے بعد حالات و تقاضا کی مناسبت سے جو ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں، اگر ان کے بارے میں کوئی صریح ہدایت آجاتی ہے تو فبہا، ورنہ وہ اسی پالیسی اور مزاج کی رعایت سے اور ان ہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے حکم صادر کر دیتے ہیں اور اس حکم کو الٰہی نظام میں قانونی حیثیت دی جاتی ہے، اب اگر اس حکم کی حیثیت کسی مصلحت پر مبنی ہونے یا کسی خاص امر کی رعایت کی وجہ سے وقتی رعایت ہوتی ہے تو اس مصلحت کے ختم ہونے کے بعد وہ حکم بھی ختم ہو جاتا ہے، یا ملتوی کر دیا جاتا ہے، ورنہ دیگر الٰہی قانون کی طرح اس حکم پر عمل درآمد بھی باقی رہتا ہے۔

پھر بھی اس سلسلہ میں قدرت کی جانب سے یہ احتیاط برتی جاتی ہے کہ اگر کسی وقت حالات کا جائزہ لینے میں انبیاء علیہم السلام سے کوئی لغزش ہو گئی، جس کی بنا پر کوئی غیر اولیٰ حکم صادر ہو گیا تو فوراً اس سے آگاہ کر کے تلافی مافات کر دی جاتی ہے، اس طرح خطائے اجتہادی پر قائم رہنے اور اولیٰ کے مقابلہ میں غیر اولیٰ کو ترجیح دینے سے حفاظت ہوتی رہتی ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم میں اس قسم کی بعض مثالیں موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی معاملہ میں نظریۂ رحمت کے پیش نظر آپ کو اس سے مطلع کر دیا گیا، ذاتی معاملہ میں آپ نے کوئی ایسا عمل کیا جو آپ کی قدر و منزلت کے لئے مناسب نہ تھا تو فوراً اس سے خبردار کیا گیا (مثالوں کی گنجائش نہیں ہے) اس انتظام و احتیاط کی بنا پر بلا شبہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرات انبیاء خطاء و لغزش سے محفوظ ہوتے ہیں، اور امور دین سے متعلق جو بات کہتے ہیں۔ اس کی حیثیت وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ کی ہوتی ہے۔

یہ حضرات موجودہ مروجہ احکام و مراسم اور لوگوں کی مرغوبات و مالوفات کے قلع قمع کرنے میں شمشیر بے نیام نہیں ہوتے کہ جو بات موجودہ دیکھی اس کو ختم کر دیا یا جو لوگوں کی پسندیدہ چیز ہوئی اس سے روک دیا، بلکہ لوگوں کی نفسیات کے پیش نظر ہ خذ

ماصفا ودع ماکدر" پر عمل کرتے ہیں۔ جیساکہ شاہ صاحب کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| فاکان صحیحاً موافقاً لقواعد | ان احکام و مراسم میں جو باتیں صحیح اور سیاست |
| السیاسۃ الملیۃ لایغیر | ملیہ کے اصول کے مطابق ہوتی ہیں یہ حضرات |
| بل تدعوا الیہ وتحث | ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کی طرف |
| علیہ وما کان سقیماً قد | دعوت دیتے ہیں، اور جو باتیں بری ہوتی ہیں |
| دخلتہ التحریف فانہا | یا احکام میں تحریف و تبدیلی داخل ہو جاتی ہے |
| تغیرہ بقدر الحاجۃ | تو بقدر ضرورت اصلاح کے ذریعہ ان میں ترمیم |
| وما کان حریاً ان یزاد فانہا | کر دیتے ہیں اور جن میں زیادتی کی ضرورت |
| تزیدہ علی ما کان عندھم | سمجھتے ہیں ان میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ |

غرض اس طرح پچھلے بہت سے احکام و مراسم اور لوگوں کے مرغوبات و مالوفات قانون کا درجہ حاصل کر کے نظام الٰہی کا جز بن جاتے ہیں اور حسب سابق ان پر عمل درآمد باقی رہتا ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے مقامی حالات اور عصری رجحانات قومی اور جماعتی مزاج کو سمجھنا ضروری قرار دیا جاتا ہے۔

اب ہم ہدایت الٰہی کی آخری اور جامع شکل پر کسی قدر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

## شریعت محمدیؐ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت عرب میں حسب ذیل قسم کے قوانین جاری تھے،

(۱) مدعی سے دعوی کے ثبوت کے لئے گواہ طلب کئے جاتے تھے، اگر گواہ نہ ہوتے اور مدعی علیہ انکار کرتا تو مدعیٰ علیہ کو قسم دی جاتی تھی،

(۲) جرائم میں سزا کا اصول انتقام تھا جو دیت یا نقصان کے معاوضہ کی شکل میں بھی ہو سکتا تھا، چور کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالنے کا رواج تھا۔ زانی کا سزا سنگساری مقرر تھی لیکن بعد میں تیس کوڑوں کی سزا اور منہ کالا کرنے پر اکتفا کر لیا گیا تھا۔

(۳) نکاح کے موجودہ مروجہ طریقے کے ساتھ اس کی دوسری صورتیں بھی رائج تھیں جو بدکاری پھیلاتی تھیں اور جن سے خاندان کا شیرازہ بکھرتا تھا۔ مثلاً عارضی نکاح یا متعہ، تعدد ازدواج کی کوئی حد مقرر نہ تھی، عورت کو خود نکاح کرنے کا حق نہ تھا، بعض محرمات کے ساتھ نکاح کرنے کا بھی دستور تھا، مہر کے سلسلہ میں عورت کا حق محدود تھا، طلاق کے معاملہ میں بالکلیہ آزادی تھی ایلاء ظہار وغیرہ کی شکلیں رائج تھیں۔

(۴) تملیک جائداد (منقولہ وغیر منقولہ) کی مختلف صورتیں رائج تھیں، بیع، ہبہ، رہن، اجارہ وغیرہ کے ذریعے جائداد کو منتقل کرنے کا حق حاصل تھا۔

بیع کی مختلف شکلیں پائی جاتی تھیں، جن میں سے بعض جہالت اور باہمی نزاع پر مبنی تھیں اور بعض جوے اور سٹہ کی شکل میں ظاہر ہوتی تھیں۔

مال کا باہمی تبادلہ، بیع صرف، بیع سلم، بیع بالخیار، بیع قطعی، مرابحہ، تولیہ، وضیع، مساومہ بیع بالقاء الحجر، بیع ملامسہ، بیع منابذہ، بیع مزابنہ، بیع محاقلہ، بیع الوفاء، دو معاملہ ایک معاملہ میں غرض اس قسم کی بہت سی صورتیں رائج تھیں[۱]۔

(۵) زمین کو اجارہ یا بٹہ پر دینے کا رواج تھا، زمین کا کرایہ نقدی کی صورت میں یا غلہ کی بٹائی کی شکل میں دونوں صورتیں رائج تھیں،

(۶) قرض اور سود کا سلسلہ تھا۔

(۷) وصیت کا دستور تھا، جائداد بھی وصیت کے ذریعہ منتقل ہوسکتی ہے۔

(۸) معاملات کے تصفیہ اور احکام کے نفاذ کے لئے کوئی باقاعدہ حکومت قائم نہ تھی بلکہ قبیلہ کا سردار رائے عامہ کے ذریعہ احکام کی تعمیل کراتا تھا، یہی سردار خارجی معاملات میں بھی اپنے قبیلہ کی نمائندگی کرتا تھا، اگر ضرورت سمجھی جاتی تو سردار کی مدد کے لئے معمر لوگوں کی ایک مجلس شوریٰ قائم کردی جاتی، غرض اس طرح داخلی و خارجی معاملات سردار کے سپرد ہوتے تھے۔

## عرب کے قواعد وقوانین کے بارے میں رسول اللہ کا طریق کار:-

ان قواعد وقوانین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار کیا تھا، اور

جو انبیاء آپ سے پہلے گذرے ہیں ان کا طریق کار مروجہ قواعد وقوانین کے بارے میں کیا رہا ہے؟ اس پر حسب ذیل تصریحات سے روشنی پڑتی ہے، حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| والذی اتی بہ الانبیاء قاطبۃ من عند اللہ تعالی فی ھذا الباب ھو ان ینظر الی ما عند القوم من اداب الاکل والشرب واللباس والبناء ووجوہ الزینۃ ومن سنۃ النکاح وسیرۃ المتناکحین ومن طرق البیع والشراء ومن وجوہ المزاجر عن المعاصی وفصل القضایا ونحو ذلک فان کان الواجب بحسب الرای الکلی منطبقا علیہ فلا معنی لتحویل شئ من موضعہ ولا العدل عنہ الی غیرہ بل یجب یحث القوم علی الاخذ بما عندھم وان یصوب رایھم فی ذلک ویرشدوا الی ما فیہ من المصالح وان لم ینطبق علیہ ومست الحاجۃ الی تحویل شئ او اخالہ لکونہ مفضیا الی تازی بعضھم من بعض او تعمقا ف | انبیاء علیہم السلام اللہ رب العزت کی طرف سے جو احکام وشرائع لاتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کے پاس معاشرت ومعاملت وغیرہ کے جو قواعد وقوانین پہلے سے موجود ہوتے ہیں، ان میں وہ اصلاحی اور انتظامی نقطۂ نظر سے نگاہ دوڑاتے ہیں، کھانے پینے کے آداب، لباس، عمارت زیب وزینت کے طور طریقے، نکاح کے دستور، اور آپس میں نکاح کرنے والوں کی سیرت، بیع وشراء کے قاعدہ وقانون اور ان کے علاوہ جرائم سے روک تھام اور معاملات کے تصفیہ وغیرہ کے متعلق اصول وضوابط جو لوگوں میں رائج ہوتے ہیں اگر وہ مجموعی طور پر شریعت کی پالیسی اور رائے کلی کے مطابق ہوتے ہیں تو یہ حضرات ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کی رائے کو تقویت پہنچانے اور ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور اگر وہ کلی پالیسی کے مطابق نہیں ہوتے ان میں انفرادی واجتماعی ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لذات دنیوی میں انہماک اور روح شریعت سے اعراض پر مبنی ہوتے ہیں یا دینی ودنیوی مصلحتوں کے |

لذات الدنیا واعراضا عن الاحسان او من المسلیات التی تودی الی اهمال مصالح الدنیا والاخرة ونحو ذلک فلا ینبغی ان یخرج الی ما یباین مالوفهم بالکلیة بل یحول الی نظیر ما عندهم او نظیر ما اشتهر من الصالحین المشهود لهم بالخیر عند القوم [٤]

فوت ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ جن کی بناپر ان احکام و مراسم میں تبدیلی یا انہیں بالکلیہ ختم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو ایسی صورت میں بھی یہ حضرات حتی الامکان ان کے مرغوبات و مالوفات کی رعایت کرتے ہیں اور بالکلیہ ان کی ضد کی طرف دعوت نہیں دیتے ہیں بلکہ ان کے مماثل و مشابہ جو چیزیں قوم میں رائج ہوتی ہیں یا ان کی صالح شخصیتوں کی طرف جو مشہور و منسوب ہوتی ہیں ان کے مماثل و مشابہ کی طرف قوم کو دعوت دیتے ہیں۔

ایک موقع پر حضرت شاہ صاحب شریعت محمدیہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان کنت ترید النظر فی معانی شریعة رسول اللہ فتحقق اولا حال الامیین الذین بعث فیهم التی هی مادة تشریعه وثانیا کیفیة اصلاحه لها بالمقاصد المذکورة فی باب التشریع والتیسیر وا احکام الملة [٥]

اگر تم رسول اللہ کی شریعت کی گہرائیوں کو سمجھنا چاہو تو پہلے عرب امیوں کے حال کی تحقیق کرو جن میں رسول اللہ مبعوث ہوتے تھے، وہی دراصل آپ کی شریعت کا تشریعی مادہ ہیں۔ اس کے بعد آپ کے اصلاح کی کیفیت سمجھو جو آپ نے ان مقاصد کے تحت تشریع و تیسیر اور احکام ملت کے باب میں کی ہے۔

## دوسری قوموں کے لئے:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے نہیں بلکہ دنیا کی ساری قوموں کے رسول تھے، اس لئے تشریعی احکام کے اصول قائم کرنے میں جہاں عرب کے قومی اور مقامی مزاج کی

رعایت ضروری تھی بعینہٖ اسی طرح دنیا کی ساری قوموں کی نفسیات اور طبعی میلانات کی رعایت لازمی تھی، اس لئے احکام کی تشریع میں حسب ذیل امور ملحوظ رکھے گئے ہیں

(۱) اس بات کی کوشش کی گئی کہ کوئی ایسا حکم نہ دیا جائے جس میں ناقابل برداشت مشقت ہو۔

(۲) لوگوں کی رغبت اور میلان کے پیش نظر بعض ایسے ایام مقرر ہوئے جنہیں قومی عید کے طور پر منایا جاتے اور ان میں جائز اور مباح حد تک خوشی منانے اور زیب و زینت کرنے کی اجازت دی گئی،

(۳) طاعات کی ادائیگی میں طبعی رغبت اور میلان کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور ان تمام محرکات و دواعی کی اجازت دی گئی، جو اس میں مددگار ثابت ہوں بشرطیکہ ان میں کوئی قباحت نہ ہوں۔

(۴) طبعی طور پر جن چیزوں سے کراہت ہوتی ہے یا طبیعت بار محسوس کرتی ہے اس کو ناپسند کیا گیا۔

(۵) حق و استقامت پر قائم رہنے کے لئے تعلیم و تعلم، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو دوامی شکل دی گئی کہ طبیعت کو اسلامی مزاج کے مطابق ڈھالنے میں مدد ملتی رہے۔

(۶) بعض احکام کی ادائیگی میں عزیمت اور رخصت کے دو درجہ مقرر کئے تاکہ انسان اپنی سہولت کے پیش نظر جس کو چاہے اختیار کرے۔

(۷) بعض احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مختلف قسم کے عمل مذکور ہوتے اور حالات کے پیش نظر دونوں پر عمل کی گنجائش رکھی۔

(۸) بعض برائیوں میں مادی نفع سے محروم کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۹) احکام کے نفاذ میں تاریخی ارتقا کو ملحوظ رکھا گیا، یعنی نہ ایک ہی وقت میں سارے احکام مسلط کئے گئے اور نہ ہی ساری برائیوں سے روکا گیا،

(۱۰) تعمیری اصلاحات میں قومی کردار کی ... اور خامی کی رعایت کی گئی۔

(۱۱) نیکی کے بہت سے کاموں کی پوری تفصیل بیان کی گئی، اس کو انسانوں کی سمجھ پر نہیں چھوڑا گیا ورنہ بڑی دشواری پیش آتی۔

(۱۲) بعض احکام کے نفاذ میں حالات و مصالح کی رعایت کی گئی اور بعض میں اشخاص و مزاج کی، غرض تشریعی احکام میں غائر نظر ڈالنے سے اس قسم کی بہت سی سہولتیں مل جائیں گی جو عمومی حیثیت سے اختیار کی گئی تھیں، ان میں قومی اور مقامی مناسبت کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔

# آیات واحادیث سے اس کا ثبوت؛

ان تمام باتوں کی بنیاد درج ذیل آیات واحادیث پر ہے۔

| | |
|---|---|
| (۱) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ | سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل |
| وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ | مل گیا ان کو، اور اگر تو ہوتا تند خو، سخت دل |
| لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ | تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے، |
| (ال عمران ۱۷) | |
| (۲) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا | اللہ کسی شخص کو اس کی قدرت اور طاقت |
| وُسْعَهَا | سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، |
| (۳) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا | اللہ آسانی چاہتا ہے، دشواری |
| يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ | اور تنگی نہیں چاہتا ہے۔ |
| (۴) مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ | اللہ نے دین کے معاملہ میں تمہارے لئے |
| مِنْ حَرَجٍ۔ | کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ |
| (۵) مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ | اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی دشواری |
| مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ | میں مبتلا کرے بلکہ اس کا اصل مقصد تمہیں پاک وصاف کرنا ہے |

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسی اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو دینی معاملات کا انتظام سپرد کرتے وقت فرمایا۔

| | |
|---|---|
| (۱) یسرا ولا تعسرا و بشرا ولا تنفروا | آسانی کرنا مشکل میں نہ ڈالنا، رغبت |
| تطاوعا ولا تختلفا (الحدیث) | دلانا نفرت نہ دلانا، موافقت کے جذبہ |

کو فروغ دینا اختلاف کی داغ بیل نہ ڈالنا۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا۔

| | |
|---|---|
| (۲) بعثت بالحنفیۃ السمحۃ (الحدیث) | میں آسان دین حنیفی دے کر بھیجا گیا ہوں |
| (۳) لاضرر ولاضرار فی الاسلام | اسلام میں تو نہ کسی کو تکلیف دینا ہے اور نہ خود تکلیف اٹھانا ہے۔ |

مسواک کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| (۴) لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوۃ (الحدیث) | اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائیگی تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا وجوبی حکم دیتا۔ |

کعبہ کا ایک حصہ (حطیم) کو خانہ کعبہ کے ساتھ نہ شامل کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے حضرت عائشہ رض نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| (۵) لولا حدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ وبنیتھا علی اساس ابراھیم (الحدیث) | اگر نئی نئی تیری قوم کفر سے اسلام میں نہ داخل ہوتی ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اساس ابراہیم پر اس کو بناتا (اور حطیم کو اس میں شامل کرتا) |

انتخاب کے سلسلے میں آپ کا عام دستور تھا کہ جب آپ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے دیا جاتا تو آپ اس میں آسان تر کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا "وماخیر بین شیئین الا اختار الیسرھما مالم یکن اثما (الحدیث)

مذکورہ آیتوں میں لفظ وسعت اور حرج کا ذکر آیا ہے، ان دونوں کی تشریح کر دینی ضروری ہے، ورنہ غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا کا یہ مطلب ہے۔

| | |
|---|---|
| لایکلفھا الا ما یتبع فیہ طوقہ ویتیسر علیہ ون مدی الطاقۃ والمجھود [۶] | اللہ انسان کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ اس کی طاقت کے موافق ہوتی ہے اور وہ آسانی کیساتھ برداشت کر سکتا ہے ایسا نہیں کہ پوری طاقت دپورا زور لگانا پڑے |

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے "حرج" کی تفسیر "ضیق" بمعنی تنگی مروی ہے[۷] ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ "دین میں تنگی نہ ہونے کا کیا مطلب ہے جب کہ ہم بدکاری، چوری اور دوسری بہت سی اپنی خواہشات کی چیزوں سے روک دیئے گئے، حضرت ابن عباس نے جواب دیا یہ صحیح ہے، لیکن آیت میں تنگی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ سخت قسم کے احکام کا جو بوجھ بنی اسرائیل پر تھا، وہ اس امت پر نہیں ہے[۸]

لفظ "حرج" کی تفسیر ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے۔

الحرج من الشجر مالیس لہ — درختوں کی وہ گھنی جھاڑی جس سے نکلنے کا کوئی

مخرج الحرج اضیق الضیق۔ — راستہ نہ ہو اور غیر معمولی تنگی،

مطلب یہ ہے کہ تشریعی احکام کی ادائیگی میں کوئی ایسی دشواری اور تنگی نہیں ہے، جو انسان کی برداشت اور سہارے سے باہر ہو یا ایسی صورت میں اس کا مناسب حل موجود نہ ہو۔

یہ مطلب نہیں ہے کہ احکام کی بجا آوری میں کوئی معمولی تکلیف بھی نہیں اٹھانی پڑتی یا کسی دشواری اور تنگی پیش آنے کی صورت میں بالکلیہ آزادی دی جاتی ہے اور اس کے مناسب حل کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا ہے۔ ورنہ پھر انسان کے مکلف ہونے کے معنی ہی بیکار ہو جاتے ہیں اور احکام شرعیہ کا سارا وزن ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

# حواشی

۱؎ حجۃ اللہ البالغہ ص ۸

۲؎ حجۃ اللہ البالغہ ص ۹۰

۳؎ بیع صرف: سکہ کی فروخت سکہ کے معاوضہ میں۔ بیع سلم: جس میں قیمت پیشگی دی جائے اور مال بعد میں کسی وقت حوالہ کیا جائے۔ بیع خیار: جس میں بیع کے توڑ دینے کا اختیار باقی ہو۔ بیع قطعی: جس میں یہ اختیار نہ ہو۔ مرابحہ: جو مقررہ نفع پر بیع ہو۔ تولیہ: جو حقیقی لاگت ہو۔ وضیع: لاگت سے کم قیمت پر بیع ہو۔ مساومہ: جو نفع پر بیع ہو۔ بیع بالقاء الحجر: مبیعہ شے پر پتھر پھینک دینے سے بیع ہو جاتے۔ بیع ملامسہ: چھو دینے سے بیع ہو جاتے بیع منابذہ: دکاندار کوئی شے مشتری پر پھینک دیتا اور بیع ہو جاتی تھی۔ بیع مزابنہ: درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع، توڑی ہوئی کھجوروں کے عوض۔ بیع محاقلہ: گیہوں کی بیع بالی میں یا بچہ کی بیع رحم مادر میں۔ بیع بالوفا: قرضہ واجب الادا کے معاوضہ میں بیع، اس طرح کہ جب قرضہ کی ادائیگی ہو تو یہ بیع بھی فسخ ہو جائے گی۔

۴؎ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۰۳

۵؎ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۳

۶؎ کشاف ص ۲۹۲ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۲۸ حاشیہ تفسیر کبیر ص ۳۸۰

۷؎ کشاف ص ۲۹۲، تفسیر کبیر ج ص ۱۳۸ حاشیہ تفسیر کبیر ص ۳۸۰

۸؎ ملاحظہ ہو حوالہ بالا

۹؎ تفسیر کبیر ص ۱۲۸